خواتین کی معاشی سرگرمیوں میں شمولیت۔۔۔توجیہات واسباب (تحقیقی و تجزیاتی مطالعہ)

The Participation of Women in the Economic Activities: Permission and Cause

عشرت جمیل*
ڈاکٹر شیر علی**

Abstract:
Islam as an accomplished religion provides complete code of life to avail all facilities in life.Islam allows all of its followers to adopt positive activities to sustain a respectable position in society.Basicly in Islam it is duty and responsibilty of a man to provide women with all necessities of life.But unfortunately at present men fail to cater women a respactable livelihood.So a woman has to earn her livelihood to meet her needs.There are many reasons why women have to step out of their house for the sake of earning.But unfortunately the misery of women does not end here.After joining some institute she has to undergo alot of problems and different psychological,social and physical issues,problems and pessures.This article particularlily deals with the reasons that why women have to comeout of their fourw alls to earn their livelihood.In this respact rights of women in Islam are discussed in detail in accordence with their problems of livelihood.breed and butter of all women in Islam and Islamic society is the responsibility of a man.And if due to in availibilty of theses basic women rights and due to negligence of their men,a woman has to step out of her home to earn her living.In this regard she has to suffer and undergo alot of mental,psychological and physical torures and problams.So this article deals with all these elements

اس کائناتِ ارض ی میں انسان اشرف المخلوقات ‘ خلیفۃ اللہ اور نائبِ خداوندی ہے اس کی یہ قدر و منزلت اور اعلیٰ مقام اللہ رب العزت کی طرف سے عطا کردہ ہے۔اللہ ربِ کائنات نے انسان کو دو اصناف یعنی مرد اور عورت کی صورت پروان چڑھایا جن میں سے ہر ایک کی اپنی ایک مکمل ذات‘ حیثیت‘عزت اور شناخت ہے۔ان دونوں اصناف کو رب العزت نے برابر کے متوازی و مساوی حقوق عطا فرما کر فرائض کے الگ الگ سانچوں میں ڈھال دیا ہے۔ان فرائض کو وہ اپنی اپنی فطری ضروریات و صلاحیات کے مطابق پایہ تکمیل تک پہنچاتے ہیں۔یوں اس زمیں پر سب سے بڑی ‘اہم اور ضروری چیز جس کی بناء پر تمدن میں انسان کی

---

*اسسٹنٹ پروفیسر، گورنمنٹ کالج برائے خواتین گلشن کالونی فیصل آباد
** اسسٹنٹ پروفیسر، گورنمنٹ کالج یونیورسٹی، فیصل آباد

عظمت و منزلت قائم رہتی ہے وہ اس کی معاشی حیثیت اور اس کی مضبوطی ہے خصوصی پر جب وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ حالات میں تغیر و تبدل اور ترقی و ترویج ہوئی تو انسانی احتیاجات اور ضروریات بھی مزید بڑھیں اور ان ضروریات کے حصول و تکمیل کے لیے انسان نے تگ و دو بھی تیز کر دی لیکن بعض مقامات اور حالات و واقعات میں یہی ضروریات و احتیاجات اپنی عدم تکمیل کی بناء پر مجبوریوں اور کمزوریوں کی شکل اور روپ اوڑھنے لگیں۔اس سلسلہ میں خصوصاً صنفِ نازک یعنی خواتین کو معاشی طور پر بہت کمزور کر دیا گیا اور بعض حالات اور مقامات پر تو یہ گراف اس حد تک بڑھ گیا کہ وہ اپنی بنیادی فطری ضروریات یعنی خوراک، لباس اور دیگر ضروریاتِ زندگی تک سے محروم کی جانے لگیں ایسی صورتحال میں خواتین نے اپنی معاشی کفالت کی عدم فراہمی کی بناء پر پیٹ کا دوزخ بھرنے، تن کو ڈھانپنے اور مناسب پناہ گاہ کی تلاش میں بذاتِ خود معاشی حرکت چاہی تاکہ وہ ایک طرف تو وہ اپنی معاشی، معاشرتی اور تہذیبی حیثیت کو حاصل کر سکیں اور دوسری طرف تمدنی و ترقی میں اپنا کردار ادا کر سکیں ۔یوں خواتین نے محنت، لگن اور جدوجہد کو اپنا شعار بنالیا اور اپنی معاشی حیثیت کو مضبوط بنا کر اپنی معاشرتی ساکھ کو برقرار و قائم رکھنے کی ٹھان لی۔اُس نے سڑکوں پر روڑی کُوٹنے سے لے کر ملک و سلطنت کی وزیرِاعظم اور سربراہ تک کے مقام و عہدہ پر اپنا آپ منوالیا۔اُس نے جانفشانی سے کام کا آغاز کرتے ہوئے سسکنے، بلکنے، تڑپنے اور کراہنے کے بجائے زندگی کی ہر سطح پر آگے بڑھنے کا فیصلہ کر لیا۔اُس نے کارخانوں میں جا کر کام کیا، ڈاکٹری سیکھی، وکالت کی، وظائف و مناصب کو حاصل کیا، علوم و فنون کی بنیاد ڈالی غرض یہ کہ تعلیم و تربیت سے لے کر زندگی کے تمام میدانوں اور شعبوں تک اپنا کردار اور محنت کا لوہا منوالیا۔ دراصل قدرت نے عورت میں تخلیقات سے لے کر ایجادات واختراعات تک تمام صلاحیتیں اور قابلیتیں پیدا فرمائی ہیں اسی بناء پر اُس نے گھر سے لے کر خاندان تک، سکول و کالج سے لے کر یونیورسٹیوں تک، علاج گاہوں سے لے کر پناہ گاہوں تک ہر قدم اور ہر مقام پر اپنے کردار و صلاحیت کا اظہار کیا ہے۔ نیاز فتح پُوری لکھتے ہیں: ' "فنِ مصوری کے متعلق بھی یہی راجح ہے کہ اسے ایک یونانی عورت نے ایجاد کیا جس کا نام "میسروہ" تھا۔۔۔زمانۂ قبل کی تحقیق سے ثابت ہوتا ہے کہ عورت نے ہی سب سے پہلے زراعت شروع کی۔اُس نے زمین کو صاف کر کے قابلِ کاشت بنایا۔اب میدانِ علم واِختراع کو دیکھئے تو معلوم ہو گا کہ عورت نے یہاں بھی کارہائے نمایاں سرانجام دیئے۔کون شخص ہے جو فلسفۂ وضعی کی بانی "صوفیاء" کو بھلا سکتا ہے جس کی مہارت علومِ ریاضیہ میں اپنا نظیر نہ رکھتی تھی اور فلکیات میں عورت کے اکتشافات سے کون انکار کر سکتا ہے؟۔۔۔اسکندریہ کی مشہور فلاسفر عورت "ہسپاتھیا" کے علمی کارناموں سے تاریخ کے صفحات معمور ہیں جس نے اسطرلاب ایجاد کیا اور سب سے پہلے علمِ جبر میں ایک تصنیف ملک کے سامنے پیش کی۔ جرمنی کی تاریخ "میری کونیسیا" اور "مارگریٹ کرش" کو کبھی نہیں بھول سکتی۔جن کی علمی تصانیف و اکتشافات کا ہر شخص کو اعتراف کرنا پڑتا ہے۔"1

یوں حیاتِ انسانی کا اگر بنظرِ غائر جائزہ لیا جائے تو اس کی تلاشِ حقیقت کے نتیجہ میں دو اہم ترین مسائل سامنے آتے ہیں۔"معاش اور انسانی حیثیت" اور یہی وہ دونوں بنیادی مسائل ہیں جن کے ہاتھوں تمدن، تہذیب اور انسانیت سب سے زیادہ مضطرب

اور پریشان ہیں خصوصاً ہمارے پاکستانی معاشرہ میں تو یہ مسائل بامِ عروج پر ہیں معاش اور انسانی حیثیت (جس میں نصف سے زائد خواتین شامل ہیں) میں انسان کی معاشی اور انسانی حیثیات دونوں ہی قابل توجہ اور زیرِ بحث ہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ دراصل طبقۂ نسواں اپنی حیثیت خصوصاً معاشی لحاظ سے روزِ اوّل سے ہی بر سرِ پیکار ہے۔ 'کیونکہ قرنوں سے عورت اپنی تلاش میں ہے۔ حوّ اسے لے کر حوّا کی بیٹی تک۔ کتنے مرحلوں سے گزرتی ہے عورت۔ گزرتی رہتی ہے۔ گزرتی رہی ہے۔ گزرتی چلی جائے گی۔۔ پر خود بھی نہیں جانتی کہ وہ روزِ اوّل سے اپنی ہی تلاش میں نکلی ہوئی ہے۔

یوں تو مرد حضرات بھی اُس کی تلاش میں نکلے اور اپنے اپنے تجربے کو لوگوں نے تحقیق سمجھ لیا۔2

لیکن حقیقت یہ ہے کہ روزِ اوّل سے عورت مشقت و محنت کی چکی میں پس رہی ہے۔ کبھی وہ ایسی خدمات کرتی ہے کہ جن کا کوئی بدلہ 'خدمت اور معاوضہ ہی نہیں اور کبھی وہ اس قدر معاوضہ وصلہ معمولی ہوتا ہے کہ اگر بھکاری کو مفت بھی دیا جائے تو وہ طمانچے کی صورت واپس آپ ہی کے منہ پر مار جائے۔ جبکہ اس کے برعکس خواتین دن رات محنت و مشقت کی چکی میں بلا کسی معاوضہ و بدلہ کے پستی رہتی ہیں۔ نعیم صدیقی خواتین کی خدمات کا اعتراف ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"ہمارا پہلا کام تو گھروں میں ہے ماں باپ، بھائی بہنوں، بچوں میں۔۔۔ پھر محلے کی عورتوں میں۔۔ ہم تصنیف اور صحافت کا کام بھی کرتی ہیں۔ دار العلاج بھی چلاتی ہیں قرآنی سکول بھی کھلوا رہی ہیں چھوٹی چھوٹی گھریلو صنعتیں، دستکاریاں، ٹائپ رائٹر کا استعمال ، ڈپلی کیٹ مشینوں کا کام، سلائی کڑھائی کے سنٹر۔ حتیٰ کہ باپردہ انتظام سے جوڈو کراٹے سیکھتی ہیں اسلحہ چلانا سیکھتی ہیں اور بھی کئی برانچیں ہیں مثلاً دواسازی 'صابن سازی، منجن پاؤڈر، سیاہیاں بنانا، گھڑیوں کی مرمت، سائیکل چلانا، کار ڈرائیونگ، بجلی کا کام ، کولروں اور ہیٹروں کی مرمت۔ اور اب کچھ لڑکیاں کمپیوٹر پر بھی کام کر رہی ہیں۔"3

یوں دورِ حاضر میں پوری دنیا میں عموماً اور ہمارے ملک و معاشرہ میں خصوصاً خواتین اور ان کی صلاحیتوں و قابلیتوں کو کسی حد تک تسلیم کر لیا گیا ہے۔ انھوں نے اپنی خدمات اور دن رات کی انتھک محنت و لگن سے اپنے وجود اور حیثیت کا لوہا منوالیا ہے۔ اسلام جیسے کامل و اکمل دین نے تو روزِ اوّل سے ہی خواتین کی سماجی' معاشرتی' معاشی اور اخلاقی ٹھوس اور جامع حیثیت کا اعلان فرمادیا ہے۔ لیکن شیطان کے پھیلائے ہوئے شر کے زیرِ اثر یورپ کے فتنوں نے اسلامی اقدار وروایات کی دھجیاں بکھیرنے کی کوشش کی ہے۔ اُس نے مغربیت اور آزادئ نسواں کے نام پر اُسے اُس کے اصل مقام سے ہٹانے اور دائمی مرتبہ سے محروم کرنے کی کوشش کی ہے۔

محمد انور بن اختر لکھتے ہیں:

"اسلام نے عورت کو ظلم کے گرداب سے نکالا۔ اُس کو معاشرے میں عزت اور سربلندی دی۔ اُس کا احترام کرنا سکھایا۔ اُس کے ساتھ انصاف کیا۔ اُس کی دادرسی کی۔ لیکن مغربی دنیا کی جو بدنصیب اقوام اسلام کے سایۂ رحمت میں داخل نہ ہو سکیں وہ اور ان کی

گمراہ عورتیں اسلام کی اعلیٰ برکات و ثمرات سے محروم رہیں اُن کی عورتوں کے حقوق بدستور پامالی کی منزل کے عروج کو چھوتے رہے اور وہ برابر زمانۂ جاہلیت کی مثل ظلم سہتی رہیں۔"4

دراصل فطرت نے انسانیت کو روزِ اوّل سے ہی دو اصناف یعنی مرد اور عورت کی صورت میں ایک دوسرے کی مکمل ضرورت اور مجبوری کے ساتھ پیدا اور پروان چڑھایا ہے۔کوئی ایک بھی صنف دوسری کے بغیر ادھوری اور نامکمل ہے۔دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم و ملزوم اور ایک دوسرے کی تکمیل کا ذریعہ اور باعث ہیں۔لیکن تاریخ گواہ ہے کہ جب کبھی بھی دونوں یا کسی ایک کو اُس کے حقوق یا اصل مقام و مرتبہ سے محروم کرنے کی کوشش کی گئی وہیں ناکامی و نامرادی نے اپنا مسکن اور ڈیرا جمالیا۔خصوصاًوہ اقوام تو تباہ و برباد ہو کر اپنے پیچھے داستانِ عبرت چھوڑ گئی ہیں جنھوں نے عورت کے اصل مقام کو نہیں پہچانا اور اسے گھٹیا' کمتر اور مفلوک الحال مخلوق گردانتے ہوئے اُس کے ساتھ ناروا سلوک کیا اور نہ صرف اسے اس کے بنیادی حقوق سے محروم رکھا بلکہ اس پر ظلم و ستم کے پہاڑ بھی توڑے۔

اس کے برعکس اسلام وہ مکمل دین اور اعلیٰ ضابطۂ زیست ہے جس نے نہ صرف عورت کو ایک بلند مقام و مرتبہ اور باعزت حیثیت و اہمیت دی ہے بلکہ اُس کے انفرادی وجود کو بھی تسلیم کیا ہے اور اسے ان تمام حقوق سے سرفراز و ہمکنار کیا ہے جو کسی بھی معاشرے میں ایک باعزت مرد کو حاصل ہیں خصوصاًمعاش اور معیشت کے ضمن میں تو اُس کی خصوصی حیثیت کو تسلیم کرتے ہوئے علی الاعلان فرمادیا کہ جو مرد کمائیں وہ اُن کا ہے اور جو عورتیں کمائیں وہ اُن کی ذاتی ملکیت و میراث ہے کوئی دوسرا اُس میں حصہ دار یا ناجائز غاصبانہ قبضہ نہیں کرسکتا۔جیسا کہ واضح ارشادِ ربّانی ہے:

لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبُوْا ط وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ط5

"مردوں کے لیے ہے جو وہ کمائیں اور (اسی طرح) عورتوں کے لیے ہے جو وہ کسبِ مال سے حاصل کریں۔"

اس طرح وراثت میں مردوں کے ساتھ ساتھ خواتین کے بھی حقوق طے شدہ اور مقرر ہیں جن کو قرآنِ حکیم ان الفاظ میں بیان فرمایا گیا ہے

6لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ص وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَ الْاَقْرَبُوْنَ مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ط نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا

"مردوں کے لیے اُس میں سے حصہ ہے جو اُن کے والدین اور قریبی رشتہ دار چھوڑیں اور عورتوں کے لیے اُس میں سے حصہ ہے جو اُن کے والدین اور قریب رشتہ دار چھوڑیں خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ طے شدہ مقرر حصہ ہے۔"

گویا کہ مرد ہو یا عورت اسلام نے ہر وارث کے لیے حصہ مقرر کردیا ہے۔جیسا کہ حکمِ ربّانی ہے:

وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ط ؎7

"اور جو کچھ ترکہ ماں باپ اور قریبی رشتہ دار چھوڑ جائیں تو ان میں سے ہر ایک کے لیے ہم نے حق دار ٹھرادیے ہیں۔"

اوران حق داروں میں خواتین و مرد سمیت تمام افراد شامل ہیں۔اسی لیے رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا حضرت ابنِ عباسؓ سے روایت ہے

قال اقسموا المال بین اھل الفرائض علیٰ کتاب اللہ 8

آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کی کتاب قرآن کے مطابق اپنا مال ان لوگوں (مرد و خواتین) میں تقسیم کرو جن کا حق مقرر کر دیا گیا ہے۔

اسلام نے معاش اور معیشت کو اللہ کا فضل، روزی و رزق اور سامانِ زیست قرار دیا ہے اور اپنی مخلوقات خصوصاً انسان کو اِس میں مکمل تصرف واستعمال کا بھرپور حق دیا ہے۔یوں بحیثیت انسان تمام مرد و خواتین اللہ کی تمام تخلیقات اور سامانِ معیشت و زیست کے حصول اور تصرف میں برابر کے حقدار ہیں جیسا کہ اعلانِ ربّانی ہے:

هُوَالَّذِیْ خَلَقَ لَکُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا 9

وہی ذات ہے جس نے تمھارے لیے زمین میں سب کچھ پیدا فرمایا

پھر سورۃ الاعراف میں فرمایا!

وَلَقَدْ مَکَّنّٰکُمْ فِی الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَکُمْ فِیْهَا مَعَایِشَ10

''اور البتہ تحقیق ہم نے تمھیں زمین میں جگہ دی اور اِس میں تمھارے لیے سامانِ معیشت پیدا فرمائے۔

گویا کہ اسلام نے مکمل طور پر مردوں کے ساتھ ساتھ خواتین کے حقِ معیشت و معاش کو تسلیم کیا ہے جس کے تحت وہ ہر طرح سے اور ہر لحاظ سے جائز اور حلال ذرائع معاش سے استفادہ کر سکتی ہیں اور اس سلسلہ میں وہ کسبِ مال اور صرفِ مال دونوں طرح کے حقوق سے مستفید ہونے کا مکمل استحقاق رکھتی ہیں۔لیکن اس کے ساتھ ساتھ اسلام چونکہ دینِ فطرت ہے اس لیے طبعی و فطری تقاضوں کے عین مطابق شریعتِ اسلامیہ نے عورت پر یہ تگ و دو اور محنت و سعی فرض قرار نہیں دی بلکہ اُس کو اِس سے ہر لحاظ سے بری الذمہ قرار دیا ہے اور اُس کی مکمل طور پر کفالت مرد کے ذمہ لازم ٹھرائی ہے۔وہ بحیثیت بیوی شوہر کی، بحیثیت بیٹی باپ کی، بحیثیت ماں بیٹے کی اور بحیثیت بہن بھائی کی ذمہ داری ہے۔لیکن بعض اوقات نامساعد حالات و واقعات کے تقاضوں اور ذاتی ضرورتوں یا شوق و جستجو اور لگن کے تحت اگر عورت معاشی جدوجہد میں حصہ لینا چاہے تو نہ صرف اس ضمن میں اسلام اسے اس کی اجازت دیتا ہے بلکہ بہترین انداز میں اس کی حوصلہ افزائی بھی فرماتا ہے اور محنت و سعی سے کسبِ مال کو بہترین کمائی قرار دیتے ہوئے اس کے حصول کا حکم دیتا ہے۔جیسا کہ حکم ربانی ہے:

فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْکُرُوا اللّٰهَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْن 11

پس زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل تلاش کرو اور اللہ کا ذکر کثرت سے کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

احادیثِ مبارکہ میں بھی محنت کی کمائی کو سب سے عمدہ و اعلیٰ قرار دیا گیا ہے۔جیسا کہ فرمانِ نبوی ﷺ ہے:

12 ان اطیب ما اکل الرجل من کسبہ

انسان جو کھاتا ہے اس میں پاکیزہ ترین اس کے اپنے ہاتھ کی کمائی ہے۔

ایک اور مقام پر آنحضرت ﷺ نے علی الاعلان فرمایا!

13 خیر الکسب کسب ید العامل اذا نصح

بہترین کمائی کام کرنے والے کی ہاتھ کی کمائی ہے جب وہ خیر خواہی کا معاملہ کرے۔

محنت و سعی اِسلام کا طرّۂ امتیاز ہے مرد ہوں یا خواتین سب کے لیے اسلام اس کی بے پناہ حوصلہ افزائی کرتا ہے۔

اسی لیے واضح اِرشادِ ربّانی ہے کہ :

وَاَنْ لَّيْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰى وَ اَنَّ سَعْيَهٗ سَوْفَ يُرٰى 14

اور بیشک انسان کے لیے وہی کچھ ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے اور بیشک عنقریب وہ اپنی کوشش کو دیکھ لے گا۔

پھر ایک اور مقام پر فرمایا!

هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ 15

بلاشبہ! انسان کو اپنے عمل کا ہی صلہ و بدلہ ملے گا۔

سعی وجہد کے برعکس اِسلام دوسروں سے مانگنے اور سوال کرنے کو سخت ناپسند فرماتا ہے۔ کیونکہ یہ بحیثیت انسان تمام مرد و خواتین کی خودی اور عزتِ نفس کو مجروح کرتا ہے جبکہ یہی خودی اور عزتِ نفس بحیثیت مومن ہمارا طرۂ امتیاز ہے۔ اسی سلسلہ میں حضرت ابو سعید خدریؓ بیان کرتے ہیں کہ کچھ انصار نے رسول اللہ ﷺ سے سوال کیا آپ ﷺ نے انھیں عطا فرمایا، اُنھوں نے پھر سوال کیا آپ ﷺ نے پھر دے دیا حتیٰ کہ آپ ﷺ کے پاس جو کچھ تھا سب ختم ہو گیا اِس پر آپ ﷺ نے اِرشاد فرمایا میرے پاس جو کچھ مال ہوتا ہے میں اُس کو تم سے محفوظ نہیں رکھتا ہوں لیکن!

وَمَن يَّستَعفِف يُعِفَّهُ اللّٰهُ 16

اور جو سوال سے بچتا ہے' اللہ تعالیٰ اسے بچائے رکھتا ہے۔

اسی طرح ایک اور مقام پر آپ ﷺ نے فرمایا!

17 اِنَّ اللّٰهَ كَرِهَ لَكُم ثَلَاثًا قِيلَ وَ قَالَ وَ اَضَاعَةَ المَالَ وَ كَثْرَةَ الْسُّؤَالَ

بیشک اللہ تمھارے لیے تین چیزیں پسند نہیں فرماتا، فضول گوئی، فضول خرچی اور لوگوں سے بار بار سوال کرنا۔

یوں قرآن و سنّت کا بنیادی اور مرکزی موضوع انسان ہے اور اس کے احکام بلا کسی جنسی تخصیص تمام مرد و زن کے لیے مساوی و یکساں ہیں خصوصاََ خواتین کے لیے معاش و معیشت کے ضمن میں کسبِ مال اور صرفِ مال کے حوالے سے شریعتِ اسلامیہ کی تمام حدود و قیود انسانی فطرت اور اس کے تقاضوں کے تحت مقرر کی گئی ہیں۔ خواتین مکمل طور پر کسبِ معاش سے آزاد اور مبرا ہیں

لیکن اگر حالات وواقعات کی تنگی و مجبوری اور وقت کے تقاضوں کے تحت انھیں رزقِ حلال اور کسبِ معاش کی سر گرمیوں میں حصہ لیناپڑتاہے تو اسلام نہ صرف اس اجازت دیتاہے بلکہ ان کی اس جدوجہد اور تگ ودو کو پسندیدہ نظروں سے دیکھتاہے۔ شریعتِ اسلامیہ میں خواتین کو بے پناہ مالی و معاشی حقوق حاصل ہیں لیکن سوال یہ پیدا ہوتاہے کہ پھر ایسے کون سے اسباب اور وجوہات ہیں جن کی بناء پر خواتین کے لیے آج بھی مسئلہ معاش جوں کاتوں ہے اور اسے حصولِ اموال میں مشکلات اور تکالیف کا سامنا ہے اور ایسے کونسے حالات وواقعات، ضرورتیں اور مجبوریاں ہیں جو خواتین کو مسائلِ معاش سے دوچار کرتی ہیں اور جن کی بناء پر انھیں اس معاشی تگ ودو اور دوڑ دھوپ میں شامل ہوناپڑتاہے آج دورِ حاضر میں خواتین کو جن اسباب وتوجیہات کی بناء پر معاشی سر گرمیوں اور عوامل میں حصہ لینا پڑ رہا ہے ان میں سے چند اہم ترین درج ذیل ہیں:

۱۔ دینی تعلیمات سے دوری اور محرومی

۲۔ بنیادی ضروریاتِ زندگی کی عدم فراہمی

۳۔ مرد حضرات کی اپنے فرائض اور ذمہ داریوں سے غفلت و لاپرواہی اور عدم فراہمی

۴۔ مجبوری ،بیوگی اور بے سہارگی

۵۔ معاشرتی حقوق کی عدم ادائیگی و فراہمی

۶۔ معاشرتی رسومات ورواجات کی ناجائز قید و بندش

۷۔ معاشرتی تقاضوں اور ضروریات کا ناجائز اور بے جا اختیار و استعمال

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ اسلام نے خواتین کو مکمل طور پر کسبِ معاش کی مصروفیات سے آزاد رکھاہے تاکہ وہ اپنی بنیادی گھریلو ذمہ داریاں اور فرائض بطریقِ احسن نبھاسکیں اور اپنے خاندان کی صحیح تربیت وبقاء اور ترقی وخوشحالی کے لیے اپنا کردار بھرپور انداز سے ادا کرسکیں۔لیکن حد درجہ افسوس کے ساتھ کہناپڑتاہے کہ اکثر اس کا مطلب یوں سمجھ لیا جاتاہے کہ اس طرح شاید وہ گھر کی قیدی اور غلام ہے اور اب گھر کی باندی اور لونڈی کی طرح اسے گھریلو فرائض کے علاوہ کوئی دوسرا کام کرنے کی اجازت اور حق ہی نہیں اور یوں اسی بات کو بنیاد اور جواز بناکر اس کے لیے معاشی جد جہد سمیت تمام دیگر لوازماتِ زندگی کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں۔لیکن یہ تصور انتہائی غلط سوچ اور نظریہ پر مبنی ہے اگر بنظرِ غائر جائزہ لیاجائے تو یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ پوری اسلامی تاریخ ایسی بے پناہ مثالوں سے بھری پڑی ہے جس کے تحت ہر دور اور ہر زمانہ میں خواتین مردوں کے شانہ بشانہ ہر میدان میں مصروفِ کار نظر آتی ہیں ۔

آج عصرِ حاضر کے اس ترقی یافتہ دور میں تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی اور ان کی ضروریاتِ زندگی کی بڑھتی ہوئی کثرت نے مسئلہ معاش کو اور اجاگر کر دیا ہے۔آج ماضی کی نسبت افرادی قوت کا بحران شدت اختیار کر گیاہے جس کی وجہ سے لازم ہو گیاہے کہ تمام افرادِ معاشرہ (جن میں تمام مرد وخواتین شامل ہیں) معاشی جد وجہد اور سر گرمیوں میں حصہ لیں اور اپنی صلاحیتوں اور

قابلیتوں کا عملی مظاہرہ کریں۔یوں انھی بے شمار مسائل، توجیہات اور اسباب کی بناء پر آج خواتین معیشت اور معاش سمیت تمام شعبہ ہائے زندگی میں سر گرمِ عمل ہیں ان اسباب و توجیہات کی تفصیلات درج ذیل ہیں:

ا۔ دینی تعلیمات سے دوری اور محرومی

دینِ اسلام کا وسیع النظر مطالعہ کرنے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام نے خواتین کو نہایت اعلیٰ اور با عزت مقام عطا کیا ہے اور وہ تمام حقوق جو مرد حضرات کو دیئے ہیں وہی شریعتِ اسلامیہ میں خواتین کو بھی حاصل ہیں بلکہ بعض مقامات پر تو انھیں مرد حضرات سے بھی زیادہ مقام و مرتبہ حاصل ہے جیسا کہ ماں کی حیثیت سے ۔ ہمارے ہاں اصل اور بنیادی مسئلہ یہ ہے کہ ہمارے افرادِ معاشرہ کو صحیح دینی تعلیمات کا شعور و ادراک ہی نہیں اور نہ ہی ان کی تربیت اعلیٰ دینی طریق و منہج پر ہوئی ہوتی ہے کہ وہ حقوق وفرائض کو پہچانیں اور ان کی درست ادائیگی کو اپنا نصب العین بنائیں اور اس پر ستم بالائے ستم انتہا یہ ہے کہ اگر کچھ گھرانوں میں دینی تربیت وطریق کو اپنانے کی بناء پر اپنے حقوق کے حصول کا انھیں کچھ ادراک ہے بھی تو وہاں بھی ماحول ایسا اپنایا جاتا ہے کہ خواتین کو شروع ہی سے اس قدر دبایا جاتا ہے کہ انھیں اپنے حقوق کے لیے آواز بلند کرنے کی جرأت ہی نہیں ہوتی ۔

اسلام نے خواتین کو پیدائش کے ساتھ ہی اعلیٰ معاشی حقوق عطا کیے ہیں۔اس کی اچھی پرورش ونشو ونما، تعلیم وتربیت اور شادی تک کی تمام ذمہ داری اس کے والد کے ذمہ فرض ہے۔شادی کے بعد تمام ذمہ داری، نان ونفقہ اور حقِ مہر شوہر کے ذمہ فرض ہے اسی طرح اسے وراثت میں تمام معاشی حقوق حاصل ہیں جن کی ادائیگی فرض ہے اور عدم ادائیگی کی صورت میں وہ (مرد حضرات) اللہ کے ہاں جواب دہ ہیں اور ویسے بھی اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ اپنے حقوق تو اپنی رضا و مرضی سے جس کے لیے چاہے گا معاف کر دے گا لیکن بندوں کے حقوق وہ معاف نہیں کرے گا تاوقتیکہ کہ خود انھیں معاف کر دیں اب اگر عملی طور پر جائزہ لیا جائے تو یہاں تو الٹی گنگا بہہ رہی ہے اوّل تو دینی تعلیمات دلائی ہی نہیں جاتیں صرف قرآنِ پاک ناظرہ پڑھا دینے سے سمجھا جاتا ہے کہ پورے دین کی تعلیم سے آگاہی حاصل ہو گئی ہے۔اب اگر کوئی اپنے ذوق وشوق اور فطری رجحان کی بناء پر دینی شعور وآگاہی رکھتا بھی ہے تو عملاً رویہ عمل نہیں ہوتا یوں ہماری خواتین میں بچپن سے ہی کمزوری اور بے بسی کا احساس دن بدن نشو ونما پاتا رہتا ہے جو آخر کار انھیں اپنی بنیادی ضروریات تک کی تکمیل کے لیے گھر سے حصولِ معاش کے لیے نکلنے پر مجبور کرتا ہے۔چنانچہ کامیاب معاشرتی زندگی کی فلاح وبہبود کے لیے یہ انتہائی ناگزیر ہے کہ بچپن سے ہی فرزندانِ توحید کو دینی تعلیمات فراہم کی جائیں ان کی دینی تربیت کی جائے اور اسی طرح عملاً ان کے لیے ایسا ماحول اپنایا جائے جس میں تمام افرادِ خاندان ایک دوسرے کے حقوق پہچانیں اور ان کی عملاً ادا کریں کیونکہ جہاں کہیں بھی جس کسی کے حقوق کی نفی کی جائے گی تو اس کے خوفناک نتائج ہی برآمد ہوں گے اور معاشرہ بگاڑ وانتشار کا شکار ہو جائے گا۔یوں ویسے بھی انسانی علم محدود ہے اور جب کبھی صرف اس کو اپنایا گیا تو تباہی و بربادی ہی سامنے آئی ۔

مولانا عبدالرحمن کیلانی لکھتے ہیں:

قدیم معاشروں میں عورت کے حقوق کی تعیین انسانی علم و عمل کی بناء پر کی گئی جس کی بدولت عورت کے ساتھ بے انصافی اور انتہاء پسندی کا رویہ رکھا گیا 18

جہاں تک ہمارے معاشرے کا تعلق ہے تو اوّل تو یہاں خواتین کو تعلیم دلائی ہی نہیں جاتی بلکہ ان کو تعلیم دینے یا سکول بھیجنے کو انتہائی معیوب سمجھا جاتا تھااور اگر کوئی خاتون اپنی خوش قسمتی سے حصولِ تعلیم میں کامیاب ہو بھی جاتی تو اسے اپنے حقوق کے لیے آواز بلند کرنے کی قطعاً اجازت نہ تھی اور اگر کوئی خاتون یہ جرأت بھی کر لیتی تو اسے اسی علمی شعور و آگہی کا طعنہ دیا جاتا کہ چار جماعتیں پڑھ کیا گئی ہے اس لیے اس کو باتیں آ گئی ہیں۔یوں اسے منہ پھٹ اور زبان دراز جیسے طعنے دے کر نہ صرف زبان بندی پر مجبور کر دیا جاتا ہے بلکہ عطائے حقوق سے بھی محروم رکھا جاتا ہے۔اس معاشرتی صورتحال کا تجزیہ مودودیؒ نہایت اعلیٰ الفاظ میں کرتے ہیں:

یہ انتہا پسند دعٰوی زندگی کو کسی ایک پہلو کی طرف موڑتا اور کھینچے لیے جاتا ہے۔یہاں تک کہ جب وہ سواء السبیل (صراطِ مستقیم) سے بہت دور جا پڑتی ہے تو خود ہی زندگی کی بعض دوسری حقیقتیں جن کے ساتھ ناانصافی ہو رہی تھی اس کے خلاف بغاوت شروع کر دیتی ہیں اور یہ بغاوت ایک جوابی دعوے کی شکل اختیار کر کے اسے مخالف سمت میں کھینچنا شروع کر دیتی ہے۔جوں جوں سواء السبیل قریب آتی ہے ان متصادم دعوؤں کے درمیان مصالحت ہونے لگتی ہے اور ان کے امتزاج سے وہ چیزیں وجود میں آنے لگتی ہیں جو انسانی زندگی میں نافع ہیں لیکن وہاں نہ سواء السبیل دکھانے والی روشنی موجود ہوتی ہے اور نہ ہی اس پر ثابت قدم رہنے والا ایمان۔تو وہ جوابی دعویٰ زندگی کو اس مقام پر رکنے نہیں دیتا بلکہ اپنے زور سے اسے دوسری جانب انتہاء تک کھینچتا چلا جاتا ہے۔یہاں تک کہ پھر زندگی کی کچھ دوسری حقیقتوں کی فنی خرابی شروع ہو جاتی ہے اور نتیجے میں ایک دوسری بغاوت اٹھ کھڑی ہوتی ہے۔19

افسوس کے ساتھ کہنا پڑ رہا ہے کہ آج بھی ہماری آدھی سے زیادہ خواتین بنیادی ضروریاتِ زندگی (جن میں تعلیم اور صحت تک شامل ہیں) سے محروم ہیں۔سچائی اگرچہ انتہائی کڑوی ہے لیکن حقیقت یہی ہے کہ آج بھی ہمارا معاشرتی نظام اس نہج پر چل رہا ہے کہ ہماری خواتین کو کوئی بھی ان کے بنیادی معاشی حقوق اور مالی فوائد دینے کو تیار نہیں جس کی بناء پر ہم پسماندگی، تنزلی اور زوال کے اندھے کنوئیں میں بری طرح غرق ہیں۔ہماری خواتین اپنے حقوق کی عدم فراہمی کی بناء پر جسمانی،ذہنی اور نفسیاتی الجھنوں اور بیماریوں کا شکار ہیں اور مزید ایسی ہی نسل کو پروان چڑھا رہی ہیں۔ہمارے شہروں میں اگرچہ حالات کچھ بہتر ہیں لیکن دیہاتوں خصوصاً شمالی علاقہ جات اور اندرونِ سندھ میں خواتین آج بھی غلامانہ زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔یہاں تک کہ آج بھی بھیڑ بکریوں اور جانوروں کی طرح ان کی خرید و فروخت کی جا رہی ہے۔ایسے میں ان کو کیا حقوق حاصل ہوں گے؟اور کیا ان کی زندگی ہو گی؟؟؟ مجبوراً وہ خود ہی انتہائی تگ و دو اور سعی و جہد کے بعد اپنی بنیادی ضروریات کی تکمیل کے حصول کے لیے گامزن ہیں۔

۲۔ بنیادی ضروریات کی عدم فراہمی

ہمارا تعلق جس معاشرہ سے ہے اس کا شاید سب سے مظلوم طبقہ خواتین کا ہی ہے جنھیں زندگی کے میدانِ کارزار میں پیچھے رکھنا، ان کی صلاحیتوں کو دبانا، ان کی قابلیتوں کو نظر انداز کرنا اور انھیں کم تر درجے کی مخلوق سمجھنا اس معاشرہ کا سب سے بڑا المیہ ہے اور ظلم وستم کی انتہا یہ ہے کہ ہماری بہت سی خواتین کو آج بھی بنیادی ضروریات تک سے محروم رکھا جاتا ہے۔ آج بھی ہماری بچیاں اچھی خوراک، اچھی تعلیم اور اچھی صحت تک سے محروم ہیں۔ آج بھی ہمارہ معاشرہ دو طبقات اور دو گروہوں میں منقسم ہے جہاں ایک گروہ طاقتور، غالب اور حاکم ہے جبکہ دوسرا کمزور، مغلوب اور محکوم ہے آج بھی ہماری عورت بنیادی جملہ ضروریات کے لیے محتاج اور مجبور ہے جہاں کہیں اس نے اپنی ضروریات کے لیے سر اٹھایا یا آواز بلند کرنے کی کوشش کی وہیں اس کے ساتھ ظلم و جبر کی ایک نئی داستان کا آغاز ہو جاتا ہے آج بھی ہمارا معاشرہ انفرادی لڑائیوں سے خاندانی فسادات کی بھینٹ چڑھا ہوا ہے۔ آج بھی قتل مرد کرتا ہے اور قصاص عورت کی صورت ادا کیا جاتا ہے۔ آج بھی صرف خواتین پر تیزاب پھینکا جاتا ہے اور تقریباً ہر چوتھے گھر میں چولھا پھٹنے سے صرف خواتین کو ہی بھیانک موت کے انجام سے دوچار ہونا پڑتا ہے۔ عہدِ حاضر کے جدید اور ترقی یافتہ دور میں بھی املاک و جائیداد کے جھگڑوں کی بھینٹ عورت ہی چڑھ رہی ہے۔ ملکیت کو خاندان میں رکھنے کے لیے ساری ساری عمر بیٹیاں باپ کی دہلیز پر اور بہنیں بھائیوں کے آنگن میں گزار دیتی ہیں اور اگر احسان کرتے ہوئے ان کی شادی کر بھی دی جائے تو وہ ایسی بے جوڑ ہوتی ہے کہ عورت کی حیثیت، بے حیثیت کھلونے سے زیادہ نہیں ہوتی۔ بعض گھرانوں میں بڑی رقوم، جہیز کا مطالبہ اور وٹہ سٹہ کی شادی بھی خواتین کی کمزوری، بے بسی اور محرومی کا باعث بنتی ہے۔ چنانچہ یہی وہ مجبوریاں ہیں جو خواتین کو مجبور کرتی ہیں کہ وہ اب اپنے حقوق کے حصول کے لیے نہ صرف آواز اٹھائیں بلکہ خود پر ترس اور رحم کھانے کی بجائے خود اپنے پاؤں پر کھڑی ہوں اور انتہائی معمولی ضروریات کی تکمیل تک کے لیے اپنی عزتِ نفس کو مجروح ہونے سے بچائیں۔ اپنی اسی خودی، خود شناسی اور عزتِ نفس کی پہچان نے آج کی عورت میں بیدار ہونے اور اپنے حقوق کو پالینے کا ہمت و حوصلہ پیدا کیا ہے جس کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ اس نے معاشی جدوجہد میں حصہ لینا شروع کیا ہے اس سے اس کی مالی محتاجی کسی حد ختم ہو گئی ہے۔ اب اسے چھوٹی چھوٹی ضرورتوں کی تکمیل کے لیے پیسے پیسے کا محتاج نہیں ہونا پڑتا۔ اب وہ محض روٹی، کپڑے کے حصول کے لیے گھٹنے نہیں ٹیکتی، نہ ہی اپنے کفیل مردوں کے ہاتھوں ذلیل ہوتی ہے اور نہ ہی شوہر حضرات سے بات بات پر پٹتی ہے۔ یوں معاشی جدوجہد میں شمولیت سے خواتین کے معیارِ زندگی میں کسی حد تک بہتری آئی ہے اور اب انھیں کم از کم بنیادی ضروریاتِ زندگی سے جیسے خوراک، تعلیم اور صحت کی سہولیات ضرور میسر آنا شروع ہو گئی ہیں۔

۳۔ مرد حضرات کی اپنے فرائض اور ذمہ داریوں سے غفلت، لاپرواہی اور عدم ادائیگی

ہمارے معاشرے کا ایک اور اہم اور بڑا المیہ یہ ہے کہ ہمارے ہاں حقوق تو سب کو بہت یاد رہتے ہیں مگر فرائض کی ادائیگی کے لیے کوئی بھی تیار نہیں۔ خصوصاً مرد حضرات جن کی حیثیت گھر کے سربراہ کی ہے افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ وہ

اپنے فرائض کی ادائیگی کے سلسلہ میں انتہائی لاپرواہی، غفلت اور عدم ادائیگی کا شکار ہیں بعض اوقات اس کی وجہ معقول آمدنی کی کمی اور اخراجات کی زیادتی بھی ہوتی ہے لیکن ان دونوں صورتوں میں خواتین کو ہی ان مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور مجبوراً انھیں ہی اس کی قیمت ادا کرنا پڑتی ہے اور خود حصولِ معاش کی جدوجہد کے لیے گامزن ہونا پڑتا ہے۔اس سے اگرچہ اسلام کے عائلی نظام پر زد پڑتی ہے لیکن مجبوری میں تو اتنی مقدار میں حرام بھی حلال ہے جس سے جان بچائی جاسکے۔تو ایسی صورتحال میں جبکہ وہ تنگ و دو اور خدمت جس سے اسلام نے عورت کو آزاد رکھا ہے اگر وہ بجالاتی ہے تو یقیناً یہ قابلِ تحسین اور حوصلہ افزاء امر ہے۔ بعض گھرانوں میں مرد حضرات معاشی ذمہ داریوں کا اپنا یہ فرضِ اوّلین بجا بھی لاتے ہیں تو تب بھی وہ اپنے آپ کو نفسیاتی اور ذہنی طور پر برتر و اعلیٰ اور اپنی زیرِ کفالت خواتین کو کمتر اور حقیر سمجھتے ہیں اور اپنی خواتین کی عزتِ نفس کو اکثر مجروح کرتے ہیں۔یوں اس ہتک آمیز رویئے اور سلوک کی بناء پر بھی خواتین خیال کرتی ہیں کہ وہ بھی اگر حصولِ معاش کی جدوجہد میں شامل ہوں گی تو شاید مردوں کے اس ناروا سلوک سے آزاد ہو سکیں۔

۴۔ مجبوری اور بے سہارگی

ہمارے ہاں آدھی سے زیادہ آبادی خواتین کی ہے جن میں سے زیادہ تر مجبوری اور بے سہارگی کی بناء پر معاشی سر گرمیوں میں حصہ لینے پر مجبور ہیں۔اگر خاندان کا کفیل مرد کسی بھی ناگہانی آفت یا مصیبت کی بناء پر معذوری و مجبوری کا شکار ہو جائے یا اس کی موت کی وجہ سے اس کا خاندان کسی قسم کے مالی بحران کا شکار ہو جائے تو مجبوراً گھر کی عورت کو یہ بوجھ اٹھانا پڑتا ہے۔ اسی طرح سے اگر والدین ضعیف ہوں یا کسی شخص کی صرف بیٹیاں ہوں یا اگر بیٹے ہوں بھی لیکن بہت کم عمر ہوں اور خاندان کی معاشی حالت بد سے بدتر ہوتی جارہی ہو تو ایسی صورتحال میں بھی گھر کی خواتین کے پاس معاشی جدوجہد میں شمولیت کے سوا کوئی چارہ نہیں رہتا۔یوں ایسی صورتحال میں خواتین کا معاشی سر گرمیوں میں حصہ لینا اسلام میں پسندیدہ اور قابلِ ستائش عمل ہے ۔علاوہ ازیں یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ خواتین کے میدانِ عمل میں آنے سے ان کی شخصی اہمیت اجاگر ہوتی ہے اور معاشرتی سطح پر اس کی ترجیحات بھی بدل جاتی ہیں اب اسے بے جان کھلونا نہیں بلکہ اسے ایک زندہ، متحرک اور چاق و چوبند وجود تسلیم کیا جانے لگتا ہے۔تاریخِ اسلام سے بھی ہمیں ایسی مثالیں ملتی ہیں جبکہ خواتین نے ضرورت، مجبوری اور بے سہارگی کے عالم میں اپنی اور اپنے خاندان کی کفالت نہایت اعلیٰ انداز میں خود کی اور انھیں اعلیٰ مقام و مرتبہ عطا ہوا۔ حضرت عائشہؓ اس کی زندہ مثال ہیں جبکہ وہ بیوہ تھیں لیکن تجارت کیا کرتی تھیں۔عصرِ حاضر میں تو خصوصاً اس معاشی و مالی معاونت سے خواتین کی ذاتی شخصیت اور انفرادیت نمایاں ہوتی ہے بلکہ ریاست اور معاشرہ بھی معاشی طور پر خوشحال ہو کر ترقی و کامرانی کی راہ گامزن ہو جاتا ہے کیونکہ !ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ روزنامہ ایکسپریس کے ایک سروے کے مطابق متعدد کام کرنے والی خواتین سے جب سوال کیا گیا کہ وہ کن وجوہات کی بناء پر میدانِ عمل میں آئیں تو مجموعی طور پر یہی جواب تھا کہ حالات کی کشیدگی اور ستم ظریفی نے انھیں ایسا کرنے پر مجبور کیا۔خواتین کے عالمی دن کے موقعہ پر ایک سیمینار میں مجموعی طور پر تمام خواتین نے اعتراف کیا کہ اب انھوں نے سسکنا

بلکنا اور تڑپنا چھوڑ دیا ہے اور حقوق کے حصول اور بازیابی کے لیے میدانِ عمل میں آگئی ہیں ۔20

۵۔ معاشرتی حقوق کی عدم ادائیگی و فراہمی

انتہائی دکھ اور افسوس کا مقام ہے کہ آج اس ترقی یافتہ دور میں بھی ہماری ریاست اپنے افراد کو بنیادی حقوق اور سہولیات جیسے خوراک، پینے کا صاف پانی، اچھی تعلیم اور صحت تک فراہم کرنے سے قاصر ہے۔ ہمارے ہاں بہت سے علاقے ابھی تک ایسے ہیں جہاں اوّل تو پانی میسر ہی نہیں اور اگر ہے تو وہ اس قدر گندا اور مضرِ صحت ہے کہ وہاں کے لوگ آئے دن بیمار رہتے ہیں۔ یوں "ہم تو دوہری اذیت کے گرفتار مسافر" کی طرح نہ تو گھر پر ان کا کوئی پرسانِ حال ہے اور نہ ہی معاشرتی سطح پر۔ ہمارا ملک عرصۂ دراز سے پانی، بجلی اور گیس جیسی بنیادی ضروریات کے شدید ترین بحران کا شکار ہے جونہی سردی کا موسم شروع ہوتا ہے تو گیس غائب ہو جاتی ہے اور بجلی تو سارا سال ویسے ہی منہ نہیں دکھاتی۔ ایسے میں بیروزگاری اور معاشی ذرائع و وسائل کے فقدان اور عدم فراہمی نے سارے معاشرے کو مزید مسائل و مصائب میں مبتلا کر رکھا ہے ہر شخص پریشان ہے اور ہماری تقریباً پوری آبادی تنگی و ضطراب کا شکار ہے۔ یوں ایسے میں تمام افرادِ معاشرہ غربت و افلاس، ذہنی ہیجان، طبقاتی کشمکش اور دشمنی و عناد کی بھینٹ چڑھے ہی نظر آتے ہیں۔ خاص طور پر خواتین جنھیں خاندان کے تمام افراد کا احساس بھی ہے اور خیال بھی۔ وہ اس کشمکش میں سب سے زیادہ پستی ہیں اور ان مسائل کے حل کے لیے زیادہ معاشی دوڑ دھوپ کے لیے فکر مند اور کوشاں نظر آتی ہیں۔

سلیم منصور اپنی کتاب خواتین: معاشی اختیار اور تعلیم میں رقمطراز ہیں: اس سوال کے جواب میں کہ ! کیا وجہ ہے کہ آپ ملازمت کرتی ہیں؟ تو 18% کا جواب تھا کہ سرپرست موجود نہیں جبکہ 6% کا کہنا تھا کہ سرپرست معذور ہیں۔ 56% کا کہنا تھا کہ ان کے شوہروں اور سرپرستوں کی آمدنی بہت قلیل ہے کہ گزارہ مشکل ہے۔ جبکہ شوقیہ ملازمت کرنے والی خواتین کی تعداد صرف 4% ہے 15% اپنی صلاحیت و قابلیت استعمال کرنا چاہتی ہیں۔ یعنی 18% عورتیں اپنے ذوق کی بناء پر ملازمت کر رہی ہیں باقی خواتین کے ساتھ مختلف مجبوریاں ہیں۔21

ہمارے معاشرہ کے مروجہ خاندانی نظام کی بنیاد ذاتیات، خود غرضی اور ملکیتی مفادات پر مبنی و منحصر ہے۔ جس میں انسان کے فطری تقاضوں اور جذبات و احساسات کی کوئی قدر اور اہمیت نہیں، کوئی کسی کو حق دینے کو تیار نہیں۔ جو جہاں، جس مقام پر ہے صرف اور صرف سمیٹنے کی فکر میں ہے۔ خود غرضی اور نفس پرستی نے انسان سے انسانیت کو چھین کر اس کو صرف مفادات واغراض کی بھینٹ چڑھا دیا ہے۔ 22

عورتوں کے ساتھ نا انصافی اور ان کو ان کے حقوق سے محرومی پر گفتگو کرتے ہوئے ایک خاتون یوں رقمطراز ہیں: بیٹی جب تک اپنے ماں باپ کے گھر میں ہوتی ہے گھر کے تمام کام کاج کرتی ہے۔ بڑوں سے لے کر چھوٹوں تک سب کی تابعدار ہوتی ہے۔ اس کے باوجود اسے روٹی سب سے آخر میں ملتی ہے۔ جب بیاہ دی جاتی ہے تو دوسرے گھر کی جاگیر ہوتی ہے یہاں بھی اسے سکھ کا سانس نہیں ملتا۔ کبھی جہیز لانے پر طعنے سنتی ہے، کبھی اپنے حقوق کی بات کرنے پر جلا دی جاتی ہے۔ چولہے ایسے

ہی گھروں میں پھٹتے ہیں جہاں عورت اپنے حقوق کے لیے آواز بلند کرتی ہے۔غریب خاندانوں میں عورتوں اور کم عمر بچوں کی حیثیت پیداواری یونٹ کی ہوتی جو کام کاج اور محنت مزدوری کر کے پیسے نہ لائیں تو فاقہ کشی کا سامنا پڑتا ہے 23

۶۔ معاشرت و رسومات و رواجات کی ناجائز قید و بندش

انتہائی دکھ کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ ہمارا معاشرہ صرف نام کا اسلامی معاشرہ ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ ہندوؤں اور سکھوں کے ساتھ طویل عرصہ گزانے کے بعد ہمارے آباؤاجداد نے انھی کے رسوم ورواجات کو اپنالیاہے اور اسی کی قیمت ہم آج تک ادا کر رہے ہیں ہمیں اور ہمارے سماج کو ان رسومات ورواجات کی ناجائز قید و بندش نے حسرت و یاس بھری زندگی عطا کی ہے ۔ خصوصاً خواتین کا معاملہ تو اور بھی نازک اور حساس ہے۔آغازِ زندگی سے ہی اسے کمتر اور حقیر درجے کی مخلوق ہونے کا احساس دلایا جاتاہے جبکہ اس کے مقابل قدم قدم پر ہر آن اسی گھر میں لڑکوں کی پیدائش کے ساتھ ہی سر فخر سے بلند ہو جاتاہے اور پھر تا حیات انھیں ہی بلند مقام ومرتبہ کے ساتھ نوازا جاتاہے معمولی معمولی چیزوں سے لے کر بڑے بڑے معاملاتِ زندگی، یہاں تک کہ وراثت جیسے شرعی احکامات تک کے برعکس صرف اور صرف انھیں ہی اہمیت دی جاتی ہے۔گھر میں اگر گوشت پکے تو بوٹیاں صرف لڑکوں اور مردوں کو دی جاتی ہیں اور لڑکیاں اور خواتین صرف شوربے،سبزی اور دال پر ہی گزارا کرتی ہیں۔جوانی تک تر بیت کے نام پر ان کی یہ محرومیاں جاری وساری رہتی ہیں۔بعد ازاں تھوڑا سا آگے بڑھیں تو رشتے کے انتخاب،شادی کی تقریبات اور مابعد ضروریات کی مناسبت سے ہمارے معاشرے میں ایسے رسومات ورواجات کی قید وبندش سے کی جاتی ہے کہ جہاں اس کا اپنا کوئی وجود نہیں اور نہ ہی اسے سوچنے سمجھنے اور پھر آواز اٹھانے کی ضرورت اور اجازت ہوتی ہے۔ہمارے ہاں متوسط گھرانے کی بیٹیاں خصوصاً زیادہ پس رہی ہیں پہلے سالہا سال والدین بیٹیوں کو جہیز جمع کرنے کے عندیہ میں گھر بٹھائے رکھتے ہیں جو والدین جہیز جمع نہیں کر سکتے ان کے ہاں یہ سلسلہ بھی جاری وساری ہے کہ لڑکیاں پہلے اپنا جہیز خود بنائیں پھر ان کی شادیاں ہوں گی چنانچہ اس مقصد کے حصول کے لیے وہ حصولِ روزگار کی لگن میں گھروں سے نکلتی ہیں اور دن رات اس چکی میں ایسا پستی ہیں کہ پھر دوبارہ کبھی اس سے نکل نہیں پاتی ہیں ان ساری فضول اور ناجائز رسومات کا مقابلہ کرتے کرتے اگر ان کی شادی ہو بھی جائے تو پھر اسے شر انگیز سوچ کے نتیجے میں بننے والی نئی فرسودہ رسومات اور بے ہنگم رواجات کا سامنا کرنا ہے جہاں اس کا دائرہ کار سسرال کا پورا ایک جمِ غفیر ہے یہاں اسے صرف شوہر کی خدمت اور اس کا خیال نہیں رکھنا جس کا حکم اسلام نے دیا ہے بلکہ شوہر کے والدین ، بہن بھائی، خاندان کے ضعیف افراد اور تمام اقرباء واولاد شامل ہیں۔جن میں سے کسی ایک کی خدمت گزاری میں کمی یا کوتاہی کی سنگین سزا کی صورت آپ کو ذہنی وجسمانی اذیت کی صورت ملتی ہے اور بعض اوقات تو یہ سزا بڑھتے بڑھتے طلاق اور علیحدگی کی انتہائی صورت تک جا پہنچتی ہے۔ہاں اگر نصیب کی کرم نوازی سے کوئی اس صورتحال سے صحیح سلامت نکل آئے تو پھر وہ خود انھی رسومات ورواجات کے تحت ایک اور نئی آنے والی کے لیے آزمائش کی یہ آماجگاہ چھوڑ دیتی ہے جس سے وہ خود گزری ہوتی ہے اور خود بہتر صلہ وبدلہ کی امید میں نکل کھڑی ہوتی ہے اور یہیں سے پھر وہ بنیاد شروع ہوتی ہے جو اس خاتون کے لیے بہتر حصولِ

معاش اور بہتر سے بہتر زندگی کی تلاش کا موجب بنتی ہے۔

۷۔ معاشرتی تقاضوں اور ضروریات کا بے جا اور ناجائز اختیار واستعمال عرصۂ دراز سے ہمارا معاشرہ ایک اور اہم مسئلہ سے دوچار ہوتے ہوئے سخت مشکل کا شکار ہے اس مسئلہ کے تحت وہ مغرب کے طرزِ حیات اور ظاہری چکا چوند سے بہت متاثر نظر آتا ہے جو صرف اور صرف مادیت پرستی، خود غرضی اور نفس پرستی پر مبنی و منحصر ہے اور انسان کو صرف اور صرف حصولِ معاش اور مادی ضروریات کی تکمیل سے تسکین کا درس دیتا ہے جو کسی صورت ممکن نہیں۔ آج مغرب معاش اور روزگار کا جھانسہ دے کر ہمیں اپنی جیسی کھوکھلی تہذیب و تمدن دینا چاہتا ہے ۔یقیناً عیسائیوں اور یہودیوں کی ازلی دشمنی یہاں بھی کام کر رہی ہے۔ وہ اسلامی معاشرہ کی مضبوط و مستحکم بنیادوں کو مادیت کے کاری وار سے کھوکھلا کرنا چاہتی ہے اور ان کی اس سازش کا شکار زیادہ تر خواتین ہو رہی ہیں وہ خواتین کے اندر مادی ضرورتوں اور تقاضوں کو پروان چڑھا کر حقوق کے نام پر ان سے ان کا اصل ورثہ چھیننا چاہتے ہیں وہ انھیں مادیت پرستی، خود غرضی اور نفس پرستی کا شکار کر کے نفسیاتی ہیجان میں مبتلا کرنا چاہتے ہیں۔ یوں ان معاشرتی تقاضوں اور ضروریات و سہولیات کا بے جا اور ناجائز استعمال اور اختیار ہم میں مزید سے مزید کے حصول کی حرص کے لیے حقوق و فرائض کی ادائیگی تو درکنار ان کی پہچان کو بھی ہم بھلاتے جا رہے ہیں۔ روزنامہ پاکستان کے ایک اداریئے کے مطابق پاکستان کی اکثر خواتین حصولِ روزگار کے لیے گھروں سے باہر نہیں نکلتی ہیں اس بناء پر کیونکہ مال و دولت کے آزادانہ استعمال کی انھیں اجازت نہیں ہوتی ہے۔ ہمارا معاشرہ عجیب طرح کے افراط و تفریط کا شکار ہے ہماری خواتین کو بعض اوقات تو چند روپوں کی ضرورت پوری کرنے کے لیے دوسروں کا دستِ نگر اور محتاج ہونا پڑتا ہے اور دوسری طرف بے جا خواہشات اور ناجائز سہولیات کی کثرت نے انھیں دو جمع دو کی ہوس کے جال میں الجھا کر رکھ دیا ہے۔ یوں ہر طرف انتشار و تباہی، بدامنی اور اضطراب و پریشانی ہے ایک طرف اسلام کا لیبل سجانے کے باوجود ہمارے ملک کی خواتین کو بنیادی معاشی حقوق جن میں نان ونفقہ، حقِ مہر اور وراثت وغیرہ شامل ہیں سے ان کو محروم رکھا جاتا ہے اور دوسری طرف اس قدر فضول خرچی کہ ہزاروں روپے صرف جوتوں کپڑوں اور بناؤ سنگھار پر ہی لوٹا دیئے جاتے ہیں۔ اسلامی تعلیمات سے دوری اور کفر و مغرب کی ثقافتی یلغار نے ہمارے معاشرتی استحکام کی جڑوں پر حملہ کیا ہے۔ جس کا ہمیں ہر صورت مقابلہ و دفاع کرنا ہے۔24 آج کا دور ترقی یافتہ دور کہلاتا ہے جس نے پوری دنیا کو سمیٹ کر ایک گلوبل ویلج بنا دیا ہے یہ دراصل مغرب کی ایک اوچھی چال ہے جس کے تحت امریکہ پوری دنیا سے معاشی فوائد سمیٹنا چاہتا ہے اس کا طریقۂ واردات یہ ہے کہ وہ ورلڈ ٹریڈ آرگنائزیشن کے ذریعے مسلم ممالک میں داخل ہو کر اپنے لیے سستا ٹیلنٹ حاصل کرے اور اس قابلیت اور صلاحیت کو چند سکوں کے عوض ذہنی و جسمانی غلامی دے کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنا محکوم بنا لیا جائے۔ عبدالقیوم ندوی لکھتے ہیں: موجودہ دور میں تعلیمی اداروں میں جو نصابِ تعلیم رائج ہے اس کا مقصد محض امتحان پاس کرنا یا ڈگری لینا ہے۔ ایسی تعلیم نوکریوں کے لیے مفید ہو سکتی ہے لیکن اسلامی تعلیم و تربیت کی ضرورت اس سے پوری نہیں ہوتی۔25

خلاصۂ بحث: الغرض عصرِ حاضر میں یہی وہ اہم اور بنیادی اسباب و توجیہات ہیں جن کی بناء پر ہماری خواتین کے لیے مسئلہ مال و معاش انتہائی صورت اختیار کر گیا ہے ورنہ حقیقت یہی ہے کہ چند سال قبل تک صرف ایک مرد پورے خاندان کی کفالت کرتا تھا اور برکت کا یہ عالم تھا کہ سب افرادِ خانہ کی ضروریات کی تکمیل کے بعد بھی اتنا بچ جاتا تھا کہ مشکل وقت میں کام آ سکے اور اب یہ عالم ہے کہ خاندان کا ہر فرد کچھ نہ کچھ کما رہا ہے لیکن پوری کسی کی بھی نہیں پڑ رہی ہے۔ چنانچہ انھی وجوہات کی بناء پر آج نہ صرف ہماری خواتین کو معاشی سرگرمیوں میں حصہ لینا پڑ رہا ہے بلکہ دوہری دشواریوں، ذمہ داریوں اور فرائض کو بھی نبھانا پڑ رہا ہے۔

حوالہ جات وحواشی

1۔نیاز فتح پوری، صحابیات، کراچی، انٹر نیشنل پریس،۱۹۸۷ء، ص:۱۶۔۱۸

2۔نعیم صدیقی، عورت معرضِ کشمکش میں، لاہور، الفیصل ناشران وتاجرانِ کتب،۱۹۹۸ء، ص:۹

3۔نعیم صدیقی، عورت معرضِ کشمکش میں، ص:۲۹

4۔محمد انور بن اختر، عورت کی اسلامی زندگی اور جدید سائنسی تحقیقات، کراچی، ادارہ اشاعتِ اسلام،۲۰۰۳ء، ص:۲۸

5۔النساء:۳۲

6۔النساء:۷

7۔النساء:۳۳

8۔مسلم بن حجاج، امام، الجامع المسلم، بیروت، دارالکتب العلمیہ،۱۹۹۱ء، کتاب الفرائض، باب: الحقوق الفرائض باھلھاء، رقم الحدیث ۱۶۱۵

9۔البقرہ:۲۹

10۔الاعراف:۱۰

11۔الجمعہ:۱۰

12۔احمد بن حنبل، امام، المسند، بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ، ۲۰۰۱ء، رقم الحدیث:۸۵۲۸

13۔ایضاً رقم الحدیث:۲۶۴۸۵

14۔النجم:۳۹۔۴۰

15۔السبا:۳۳

16۔مسلم بن حجاج ، امام ، الجامع المسلم ، بیروت،دارا لکتب العلمیہ،۱۹۹۱ء ‘کتاب الزکٰوۃ ’ باب : والصبر والقناعۃ فضل التعففوالحث علیٰ ذلک، رقم الحدیث:۲۳۲۳

17۔بخاری ،امام ، الجامع الصحیح، دارالسلام للنشروالتوزیع،الریاض‘الطبعۃالثانیۃ،۱۹۹۹ء کتاب الزکٰوۃ، باب :قولہ اللہ تعالیٰ لا ےألون الناس الحافا وکم الغنی رقم الحدیث : ۱۴۷۷

18۔کیلانی، عبدالرحمن، انسانی تعلیمات کی روشنی میں، ماہنامہ: محدث، لاہور، شمارہ:۱۰۰، ج:۳۳، ص:۴۷

19۔مودودیؒ، ابوالاعلیٰ، تفہیم القرآن، لاہور، ادارہ ترجمان القرآن،۱۹۹۵، ج:۱ ، ص:۴۵۴

20۔روزنامہ ایکسپریس، ۸مارچ ۲۰۰۷ء، "خواتین کا عالمی دن "سیمینار منعقدہ لاہور

21۔ سلیم منصور خالد، خواتین: معاشی اختیار اور تعلیم، اسلام آباد، ادارہ تحقیقات،۱۹۹۱ء، ص:۸۵

22۔روزنامہ ایکسپریس، لاہور، ۱۱فروری ۲۰۱۱ء

23۔روزنامہ جنگ، لاہور، ۱۶اگست ۲۰۰۹ء

24۔روزنامہ پاکستان، لاہور، ۸مارچ ۲۰۱۰ء

25۔ندوی، عبدالقیوم، خاتونِ اسلام کا دستورِ حیات، لاہور، ادبیاتِ نو،۱۹۴۷ء، ص:۱۵۶